اس شمارے میں

شمارہ جون ۲۰۱۸ء

مخیر حضرات سے دردمندانہ اپیل

ادارہ آب حیات ٹرسٹ حکومت پاکستان کا رجسٹرڈ ادارہ ہے، جس کے تحت ہر ماہ، ماہ نامہ آب حیات، ماہ نامہ تحفہ خواتین، ماہ نامہ صدائے جمعیت، ماہ نامہ شان دار کے علاوہ دینی کتابیں بڑی تعداد میں شائع کی جاتی ہیں اور ملک بھر میں پھیلائی جاتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز وشاداب رکھے جس نے میری بات سنی، اسے یاد کیا اور اسے دوسروں تک پہنچایا، ادارہ آب حیات ٹرسٹ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو عام کرنے میں مصروف کار ہے، آپ بھی ادارہ کے دست وباز بن جائیں، اپنی ہمت کے مطابق ادارہ کے ساتھ مالی تعاون فرمائیں۔ یہ ایک صدقہ جاریہ ہے، اس میں تمام مخیر حضرات دل کھول کر اپنا حصہ شامل کریں۔ ان شاء اللہ آپ کا ایک ایک روپیہ اشاعت اسلام اور ترویج دین کے لیے استعمال ہو گا۔ جزاکم اللہ

رابطہ: ۰۳۰۰۹۴۵۸۸۷۶ / ۰۳۲۱۹۴۵۸۸۷۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک وقت تھا جب لوگ بڑی دلچسپی سے دینی رسائل اور جرائد کو دیکھتے تھے، ان کی نظریں ڈاکیے کے راستے پر لگی رہتی تھیں کہ کب ڈاکیا آتا ہے اور ہمارا پسندیدہ رسالہ لاتا ہے، مگر اب یہ باتیں خواب وخیال ہو کر رہ گئی ہیں، اب لوگوں کے ہاتھوں میں موبائل ہے، اس کی سکرین پر وہ اپنا وقت ضائع کر دیتے ہیں، مگر پھر بھی ان کے ہاتھ کوئی چیز نہیں آتی، فیس بک اور وٹس اپ کے ذریعے مختلف چیزوں کو شئیر کیا جاتا ہے، ایک دوسرے تک پہنچایا جاتا ہے، اسے سوشل میڈیا کہا جاتا ہے۔

اس سوشل میڈیا نے ہماری نوجوان نسل کو نہ صرف گمراہ کر ڈالا ہے بلکہ اس کے قیمتی وقت کو بھی برباد کر دیا ہے، نوجوانوں کے پاس مطالعہ کرنے کے لیے کوئی وقت نہیں بچتا، اس طرح یہ لوگ ادھر ادھر کی چند معلومات حاصل کر لیتے ہیں اور مطالعہ سے کوسوں دور چلے جاتے ہیں، دینی صحافت کے ذمہ داران اپنا فریضہ ادا کرتے ہوئے ہر ماہ رسائل اور جرائد تیار کر کے ان نوجوانوں تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ کوشش جاری رہنا چاہیے، ہمیں دیپ سے دیپ جلاتے رہنا چاہیے، ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنا کام کریں اور دینی صحافت کو زندہ رکھیں، آیئے اس سلسلہ میں اپنے حصہ کا کام کر جائیں۔

خادم اسلام

محمود الرشید عباسی حدوٹی

جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور

۶ مئی ۲۰۱۸ء بروز اتوار۔ بوقت صبح سات بجے

خاص عبادت اور خاص مدد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (۵)

ترجمہ: (اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

تفسیر: ایاک نعبد اے پروردگار! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ قاعدے کے مطابق تو نعبدک ہونا چاہیے تھا۔ کہ نعبد پہلے اور "کاف" ضمیر بعد میں ہونی چاہیے تھی کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں مگر ضمیر کو فعل فاعل پر مقدم کر دیا تاکہ حصر پیدا ہو جائے۔ اب معنی ہوگا کہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ زبانی عبادت بھی اور بدنی عبادت بھی اور مالی عبادت عبادت بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور التحیات میں بھی ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔

التحیات للہ زبانی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں والصلوٰت اور بدنی عبادتیں بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں والطیبٰت اور مالی عبادتیں بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ ہر طرح کی عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس کے سوا معبود کوئی نہیں ہے۔ وایاک نستعین اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

استعانت کی مختلف صورتیں

استعانت کا مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں استعانت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)۔ ایک ظاہری اور اسباب کے تحت استعانت ہے کہ مثلاً بیمار آدمی حکیم اور ڈاکٹر سے مدد لیتا ہے۔ غریب امیر سے مدد لیتا ہے۔ کمزور آدمی کوئی وزنی کام خود نہیں کر سکتا طاقت ور سے بدنی مدد لیتا ہے کہ میرا ہاتھ بٹاؤ یہ ظاہری اسباب کے تحت استعانت ہے۔ اس کے جائز ہونے میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اسی استعانت کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں۔ وتعاونوا علی البر والتقوٰی نیکی اور تقوے کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ تو اسباب کے تحت جو مدد اور معاونت ہے یہ جائز ہے۔

(۲)۔ دوسری استعانت ہے مافوق الاسباب ہے، اسباب سے بالاتر کسی سے مدد طلب کرنا یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ مثلاً میں کہوں کہ میرے گھٹنوں میں درد ہے اس کو دور کر دے یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ کہوں کہ مجھے درد کیلئے کوئی گولی دے دو، پھکی دے دو، یہ اسباب کے تحت ہے یہ جائز ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا فرمائی جس کا علاج نہ ہو سوائے دو بیماریوں کے ایک بڑھاپا اور دوسری موت۔ تو ماتحت الاسباب استعانت اور ہے، اور مافوق الاسباب استعانت اور ہے۔ دونوں میں گڑبڑ نہ کرنا۔

ایک شخص یہاں کھڑا ہے اور کہتا ہے اے شیخ عبد القادر جیلانی ؒ میری مدد کرو یہ مافوق الاسباب استعانت ہے۔ اس طرح کہنے میں ان کو حاضر وناظر اور عالم الغیب ماننا پڑے گا اور متصرف فی الامور سمجھنا پڑے گا اور یہی کفر کی بنیاد ہے۔ تمام فقہاء کرام ؒ کا اس مسئلے میں اتفاق ہے کہ " من قال ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر " شامی، عالمگیری، البحر الرائق اور بزازیہ میں ہے کہ جو آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں وہ پکا کافر ہے کیونکہ یہ مافوق الاسباب استعانت ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے جائز نہیں ہے۔ ☆☆

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ایمان کے ساتھ (یعنی شریعت کو سچ جانتے ہوئے اور فرضیت رمضان کا اعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر (یعنی کسی خوف یا ریاء کے طور پر نہیں بلکہ خالصۃ للہ) رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے نیز جو شخص ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر رمضان میں کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔

اسی طرح جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ (یعنی شب قدر کی حقیقت کا ایمان واعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔ (بخار و مسلم)

شارح مشکوٰۃ صاحب مظاہر حق فرماتے ہیں کہ رمضان میں کھڑا ہونے، سے مراد یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھے، تلاوت قرآن کریم اور ذکر اللہ وغیرہ میں مشغول رہے نیز اگر حرم شریف میں ہو تو طواف وعمرہ کرے یا اسی طرح کی دوسری عبادات میں اپنے آپ کو مصروف رکھے۔

شب قدر میں کھڑا ہونے، کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر عبادت الٰہی اور ذکر اللہ میں مشغول رہے خواہ اس رات کے شب قدر ہونے کا اسے علم ہو یا نہ ہو۔

غفرلہ ماتقدم من ذنبہ۔ تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔ کے بارے میں شارح مسلم شریف علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ مکفرات (یعنی وہ اعمال جو گناہوں کو ختم کرنے والے ہوتے ہیں) صغیرہ گناہوں کو تو مٹا ڈالتے ہیں اور کبیرہ

گناہوں کو ہلکا کر دیتے ہیں اگر کسی خوش نصیب کے نامہ اعمال میں گناہ کا وجود نہیں ہوتا تو پھر مکفرات کی وجہ سے جنت میں اس کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ بنی آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب زیادہ کیا جاتا ہے بایں طور کہ ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا (یعنی روزہ کی جو جزا ہے اسے میں ہی جانتا ہوں اور وہ روزہ دار کو میں خود ہی دوں اس بارے میں کوئی دوسرا یعنی فرشتہ بھی واسطہ نہیں ہو گا کیونکہ روزہ دار) اپنی خواہش اور اپنا کھانا صرف میرے لئے ہی چھوڑتا ہے (یعنی وہ میرے حکم کی بجا آوری میری رضاء و خوشنودی کی خاطر اور میرے ثواب کی طلب کے لئے روزہ رکھتا ہے)

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو روزہ کھولنے کے وقت اور دوسری خوشی (ثواب ملنے کی وجہ سے) اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت، یاد رکھو روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پر لطف اور پسندیدہ ہے۔

اور روزہ سپر (ڈھال) ہے (کہ اس کی وجہ سے بندہ دنیا میں شیطان کے شر و فریب سے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتا ہے) لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے اور نہ بے ہودگی کے ساتھ اپنی آواز بلند کرے اور اگر کوئی (نادان جاہل) اسے برا کہے یا اس سے لڑنے جھگڑنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (بخاری و مسلم)

صاحب مظاہر حق اس روایت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نیک عمل کے اجر کے سلسلے میں ادنیٰ درجہ دس ہے کہ نیکی تو ایک ہو مگر ثواب اس کا دس گناہ ملے، پھر اس کے بعد نیک عمل کرنے والے کے صدق خلوص پر انحصار ہوتا ہے کہ اس کی ریاضت و مجاہدہ اور اس کے خلوص و صدق نیت میں جتنی پختگی اور کمال بڑھتا رہتا ہے اسی طرح اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بعض حالات میں ایک نیکی پر سات سو گناہ ثواب ملتا ہے گویا یہ آخری درجہ ہے لیکن بعض مقامات و اوقات ایسے بھی ہیں جہاں

کی جانے والی ایک نیکی اس سے بھی زیادہ اجر و ثواب سے نوازی جاتی ہے چنانچہ منقول ہے کہ مکہ میں ایک نیک عمل کے بدلے میں ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ الا الصوم (مگر روزہ) سے ثواب کی اہمیت و فضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ کا ثواب بے انتہاء اور لا محدود ہے جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے لئے یہ مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات (یعنی شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، لہٰذا جو شخص اس رات کی سعادت سے محروم رہا کہ اسے پوری رات یا کم سے کم رات کے کچھ حصوں میں بھی جاگنے اور عبادت الٰہی میں مشغول ہونے کی توفیق نہ ہوئی تو وہ ہر سعادت و بھلائی سے محروم رہا۔ اور یاد رکھو شب قدر کی سعادت سے حرمان نصیب ہی محروم ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ)

صاحب مظاہر حق فرماتے ہیں کہ یہاں ارشاد گرامی تمہارے لئے یہ مہینہ آیا ہے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا مقدس و بابرکت مہینہ دین و دنیا کی سعادتیں اور بھلائیاں اپنے دامن میں لئے آگیا لہٰذا اس کے آنے کو غنیمت جانو دن میں روزے رکھ کر اور رات میں عبادت الٰہی یعنی تراویح و تلاوت قرآن اور تہجد وغیرہ میں مشغول ہو کر اس مہینے کی برکتیں ور سعادتیں حاصل کرو، حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ لیلۃ القدر کی سعادتوں سے وہی شخص محروم رہتا ہے جو سعادت و بھلائی کے معاملے میں بدنصیب ہوتا ہے اور جسے عبادت کا ذوق نہیں ہوتا۔

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو جس شخص نے ان ناموں کو یاد کیا وہ ابتدا ہی میں بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوگا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح اس حدیث میں جو کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں تو اس سے حصر اور تحدید مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بس اتنے ہی نام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بہت نام ہیں، یہاں ننانوے کا عدد ذکر کرنے سے مراد اور مقصود یہ ہے کہ حدیث میں اسماء باری تعالیٰ کی جو خاصیت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص انہیں یاد کرے وہ جنت میں داخل ہوگا، وہ انہیں ننانوے ناموں کے ساتھ مخصوص ہے۔

لفظ احصاھا کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں بخاری وغیرہ نے اس کے معنی وہی لکھے ہیں جو ترجمہ سے ظاہر ہیں۔ یعنی ان ناموں کو یاد کیا اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ بعض روایتوں میں احصاھا کی بجائے حفظہا ہی منقول ہے۔

بعض علماء لکھتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں ان کو پڑھا یا ایمان لایا۔ یا ان کے معانی جانے اور ان کے معانی پر عمل کیا۔

ہو وتر یحب الوتر۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق اعمال و اذکار کو پسند کرتا ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اعمال میں اس عمل کو پسند کرتا ہے جس کی بنیاد اخلاص پر ہو جو محض اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اختیار کیا گیا ہو۔
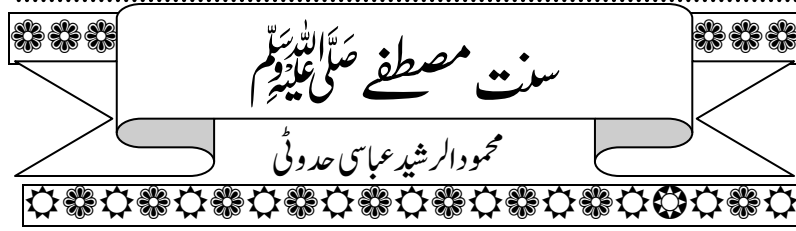
اذان کی سنتیں

علامہ ابن القیم جوزی نے زادالمعاد میں اذان کی پانچ سنتیں تحریر فرمائی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اذان سننے والا مؤذن کی اذان کے الفاظ دھراتا رہے، جب مؤذن حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کہے تو سننے والا لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے۔ (بخاری)

اس عمل کا فائدہ یہ ہے کہ ایسا کرنے والے کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے بعد یہ کہے صَدَقتَ وَبَرَرتَ۔

دوسری سنت یہ ہے کہ جب اذان سننے والا یہ الفاظ سنے

أشهد ألا إله إلا الله، و أشهد أن محمداً رسول الله،

تو یوں کہے

رَضِيتُ بالله رَبّاً، وَبالإسلَامِ دِيناً، وَبمُحَمَّدٍ رَسُولاً (مسلم)

اس عمل کا فائدہ یہ ہے کہ ایسا کرنے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

تیسری سنت یہ ہے کہ اذان سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود شریف پڑھے، اور سب سے افضل اور اعلیٰ درود شریف درود ابراہیمی ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے، جو نماز جنازہ میں پڑھا جاتا ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا ہے، جسے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام، عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر، اہل بیعت رضوان، حضرات خلفاء راشدین نے پڑھا، وہ درود شریف اذان کے بعد پڑھنا سنت ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں نے سنا، اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا سنت نہیں ہے، اذان اللہ کے پیارے نام سے شروع ہوتی ہے اور اللہ کے پیارے نام پر ختم ہو جاتی ہے،

اسی طرح اقامت اللہ کے پیارے نام سے شروع ہو کر اللہ کے پیارے نام پر ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح نماز پنجگانہ اللہ کے پیارے نام سے شروع ہو کر اللہ کے پیارے نام پر ختم ہو جاتی ہے۔

اس بات کی دلیل کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھا جائے مسلم شریف کی یہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ، فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا،(مسلم)

جب تم مؤذن کو سنو تو پھر اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود شریف پڑھو، اس لیے جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

اور درود ابراہیمی بخاری شریف میں موجود ہے وہ یہ ہے

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ (بخاری)

درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھی جائے

اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلاَةِ القَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الوَسِيلَةَ وَالفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ، (بخاري)

کیا خوش نصیبی ہے کہ جو شخص اس طرح کرے گا اس کے لیے نبی کریم ﷺ کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔

پھر یہ بھی سنت ہے کہ اس کے بعد مؤذن ہو یا اذان سننے والا وہ اپنے لیے بھی دعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگے، اس کی یہ دعا قبول کی جائے گی۔

یہ بھی سنت عمل ہے کہ اذان کہنے والا آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر اذان کے کلمات کہے، یعنی ہر کلمہ پر سانس توڑ دیا جائے اور وقفہ کیا جائے۔

اذان کہنے والے والے لیے سنت عمل یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں اپنے کانوں میں رکھے۔(ابن ماجہ)

حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت اپنی گردن کو پہلے دائیں اور پھر بائیں طرف موڑے، مگر اپنے سینے کو قبلہ کی طرف سے نہ ہٹنے دے۔(بخاری)

اقامت کی سنتیں

اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقت دیا جائے کہ اگر کوئی شخص کھانے میں مشغول ہے تو کھانے سے فارغ ہو جائے، جسے بیت الخلاء جانا ہے وہ بیت الخلاء سے فارغ ہو جائے۔

جو شخص اذان کہے اسی کا حق ہے کہ وہ اقامت بھی کہے۔(جامع ترمذی)

اقامت اذان کی طرح ٹھہر ٹھہر کر اور آہستہ آہستہ نہیں کہنی چاہیے بلکہ رواں انداز میں کہنا چاہیے۔(جامع ترمذی)

بخاری شریف میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ دونوں اذانوں(اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ہے۔یعنی کوئی نہ کوئی نفل نماز ادا کرنا چاہیے۔

روزہ، تراویح اور لیلۃ القدر

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے ایمان کے ساتھ (یعنی شریعت کو سچ جانتے ہوئے اور فرضیت رمضان کا اعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر (یعنی کسی خوف یا ریاء کے طور پر نہیں بلکہ خالصۃ للہ) رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے نیز جو شخص ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر رمضان میں کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے اسی طرح جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ (یعنی شب قدر کی حقیقت کا ایمان واعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔(بخار ومسلم)

ہوائی جہاز میں افطار کا وقت

سوال: ماہِ رمضان میں ہوائی جہاز میں افطار کا وقت کیا ہوگا۔

جواب: اگر کوئی روزہ دار ماہِ رمضان میں ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہے اور وہ روزے کو باقی رکھنا چاہتا ہے تو وہ غروبِ آفتاب کے بعد ہی افطار کرے گا۔ لیکن اس کے لیے وہ غروبِ آفتاب معتبر ہوگا، جو سب سے پہلے اس کے راستے میں واقع ہو۔

۵۸ سالہ بوڑھی بوڑھے کا حکم

سوال: ایک ۵۸ سالہ سن رسیدہ خاتون صاحبِ فراش (مریض) ہیں۔ وہ بہ ذات خود قضائے حاجت کے لیے بھی نہیں اٹھ سکتیں۔ کیا ان پر نماز اور روزہ فرض ہے؟

جواب: اگر ان کے ہوش و حواس درست ہوں تو ان پر نماز فرض ہوگی۔ حسبِ استطاعت انھیں نماز ادا کرنی ہوگی۔ خواہ وہ اشارے ہی سے کیوں نہ ادا کریں۔ ارشادِ باری ہے: فَاتَّقُوااللّٰہ مَااسْتَطَعْتُمْ (التغابن:۱۶) ''جہاں تک تمہارے بس میں ہو اللہ سے ڈرتے رہو۔ لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا (البقرہ:۲۸۶) ''

اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمے داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔''

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے

اذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم (صحیح بخاری، صحیح مسلم) ''

جب میں تمھیں کسی بات کا حکم دوں تو اپنی استطاعت بھر اس پر عمل کرو۔''

آپ ﷺ نے حضرت عمران بن حصینؓ سے فرمایا: "صل قائماً، فان لم تستطع فقاعداً،فان لم تستطع فعلی جنب"(صحیح بخاری) "
کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پہلو کے بل پڑھو۔" ایک دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

فان لم تستطع فمستلقیاً (سنن نسائی) "اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھو۔" لہٰذا روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزہ رکھیں۔ ورنہ ہر دن کے روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلادیں اور اِن روزوں کی قضا واجب نہیں ہو گی۔ کھانے کی کمیت و کیفیت کے سلسلے میں متداول عرف کا اعتبار کیا جائے گا۔ البتہ اگر انھیں ہوش نہ رہتا ہو تو ان سے نماز اور روزہ دونوں ساقط ہو جائیں گے۔

مسافر کا روزہ

سوال : کتنے کلومیٹر کی دوری پر مسافر کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے، اور اگر حالتِ سفر میں روزہ رکھ لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جمہور علمائے کرام کے نزدیک ۸۰ کلومیٹر کی مسافت پر مسافر کے لیے نماز قصر کرنے اور روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے اور اگر مسافر روزہ رکھ لے تو اس کا روزہ درست ہو گا۔ البتہ اگر روزہ رکھنے میں مشقت ہو تو روزہ نہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ اس لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: لیس من البر الصوم فی السفر (صحیح بخاری، صحیح مسلم) "سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں۔

ڈرائیور کے لیے روزہ

سوال : بیشتر ڈرائیور حضرات پورے سال گاڑی چلاتے ہیں اور سفر کی حالت میں رہتے ہیں۔ تو ان کے لیے رمضان میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ اس کی قضا کب یا کیسے کریں گے؟

جواب:اگر ان کے سفر کی دوری قصر کی مسافت کی بقدر یا زائد ہو تو ان کے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ لیکن اگلے رمضان کی آمد سے قبل ان کو اپنے روزوں کی قضا کرنی ہو گی۔ ارشاد باری ہے: وَمَن كَانَ مَرِيْضاً أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّ ةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (البقرہ:۱۸۵) ''اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔'' اپنی سہولت کے مطابق وہ قضا کے ایام کا انتخاب کر سکتے ہیں۔

تین روز کا قیام اور سفر کا حکم

سوال :اگر میں ماہِ رمضان میں اپنے شہر سے دوسرے کسی شہر کا سفر کروں اور وہاں تین دن قیام کا ارادہ ہو تو مجھ پر روزہ رکھنا واجب ہو گا یا نہیں، اور ایسی صورت میں، میں نمازیں قصر ادا کروں یا مکمل؟

جواب:اگر آپ قصر کی مسافت کی بقدر سفر کریں اور تین دن کے قیام کا ارادہ رکھتے ہوں تو ان ایام میں آپ کے لیے روزہ چھوڑنے اور نماز قصر کرنے کی گنجایش ہے۔ اس لیے کہ اتنے دنوں کے قیام سے سفر کا حکم ختم نہیں ہوتا۔ خواہ آپ نے آغازِ سفر سے ہی اتنے دنوں کے قیام کا ارادہ کر لیا ہو۔ اس لیے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ثابت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے مکے میں چار روز قیام کیا اور نمازیں قصر کرتے رہے۔ البتہ آپ روزہ رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے ہیں اور بہتر ہو گا کہ آپ تنہا نماز پڑھنے کی بجائے جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں۔

روزہ چھوڑنے کی رخصت

سوال : کیا ماہِ رمضان میں روزہ چھوڑنے کی رخصت کی شرط یہ ہے کہ سفر پیدل یا جانور پر کیا جائے؟ کیا پیدل یا جانور پر سفر اور گاڑی، ریل یا ہوائی جہاز کے سفر میں کوئی فرق ہے؟ کیا ناقابل برداشت تھکن اور پریشانی کا پایا جانا بھی اس کی شرائط میں سے ہے؟ اور اگر مسافر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: قصر کی مسافت کی بہ قدر سفر میں ہر مسافر کے لیے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ خواہ وہ پیدل سفر کر رہا ہو یا کسی سواری (جانور، گاڑی، ریل، ہوائی جہاز) پر۔ اور خواہ اسے ناقابل برداشت پریشانی اور تھکن لاحق ہو یا نہیں اور چاہے اسے بھوک، پیاس محسوس ہو رہی ہو یا نہیں۔ اس لیے کہ شریعت نے مطلقاً بغیر شرط کے قصر کی مسافت کی بہ قدر سفر پر روزہ چھوڑنے اور نماز قصر کرنے کی اجازت دی ہے۔ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے ساتھ ماہِ رمضان میں سفر کرتے تھے۔ کچھ روزہ رکھتے اور کچھ نہیں رکھتے۔ لیکن کوئی دوسرے پر نکیر نہیں کرتا تھا۔ البتہ اگر گرمی کی شدت یا لمبی مسافت کی وجہ سے روزہ رکھنا دشوار ہو تو اسے ترک کرنا ضروری ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَصَامَ بَعْضٌ، وَأَفْطَرَ بَعْضٌ فَتَحَزَّمَ الْمُفْطِرُونَ وَعَمِلُوا وَضَعُفَ الصُّوَّامُ، عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ، قَالَ: فَقَالَ فِي ذَلِكَ: «ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ (صحیح بخاری و مسلم)

رسول اللہ ﷺ ایک سفر پر تھے، بعض لوگوں نے روزہ رکھا اور بعض نے نہیں، روزہ نہ رکھنے والوں نے کافی مستعدی کے ساتھ کاموں میں حصہ لیا، جب کہ روزہ رکھنے والے زیادہ کام نہ کر سکے، تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''آج روزہ نہ رکھنے والے ثواب میں بازی مار لے گئے۔

البتہ اگر سفر میں کوئی ناگہانی صورت حال پیش آجائے جس کی وجہ سے روزہ توڑنا ضروری ہو جائے تو روزہ توڑنا واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں:

سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ وَنَحْنُ صِيَامٌ، قَالَ: فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ، وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ» فَكَانَتْ رُخْصَةً، فَمِنَّا مَنْ صَامَ، وَمِنَّا مَنْ أَفْطَرَ، ثُمَّ نَزَلْنَا مَنْزِلًا آخَرَ، فَقَالَ: «إِنَّكُمْ مُصَبِّحُو عَدُوِّكُمْ، وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ، فَأَفْطِرُوا» وَكَانَتْ عَزْمَةً، فَأَفْطَرْنَا، ثُمَّ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا نَصُومُ، مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ، فِي السَّفَرِ (صحیح مسلم)

ہم لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مکے کے سفر پر نکلے، ہم روزے سے تھے، ایک جگہ قیام کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ اپنے دشمن کے قریب پہنچ گئے ہو اور روزہ نہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ قوتِ کار کا باعث ہو گا، یہ آپ ﷺ کی جانب سے ایک رخصت تھی، چنانچہ بعض حضرات نے روزہ رکھا اور بعض نے نہیں، پھر ہم نے ایک جگہ اور قیام کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ صبح تک اپنے دشمن کو جالوگے اور روزہ نہ رکھنا تمھارے لیے زیادہ قوت کا باعث ہو گا، لہٰذا روزہ توڑدو۔'' یہ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم تھا، چنانچہ ہم نے روزہ توڑدیا۔ اس واقعے کے بعد بھی ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سفر میں روزہ رکھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَرَأَى رَجُلًا قَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ، وَقَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «مَا لَهُ؟» قَالُوا: رَجُلٌ صَائِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تَصُومُوا فِي السَّفَرِ

آپ ﷺ ایک سفر میں تھے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے گرد جمع ہیں اور اس پر سایہ کررہے ہیں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''اسے کیا ہوا ہے؟'' لوگوں نے بتایا کہ یہ روزے سے ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں ہے۔(بخاری و مسلم)

رمضان کے روزہ کی نیت

سوال : رمضان کے روزے کی نیت رات میں کرنی ضروری ہے یا دن میں بھی کی جاسکتی ہے۔ جیسے کوئی چاشت کے وقت بتائے کہ آج رمضان کا آغاز ہو گیا ہے تو اس دن کا روزہ رکھنا چاہیے یا اس کی قضا کرنی ہو گی؟

جواب : رمضان کے روزے کی نیت فجر سے پہلے رات ہی میں کرنی ضروری ہے۔ دن چڑھے تک نیت نہ کرنا درست نہیں ہے۔ چنانچہ جسے چاشت کے وقت معلوم ہوا کہ آج

رمضان کا آغاز ہو گیا ہے اور اس نے روزے کی نیت کر لی تو اس پر غروبِ آفتاب تک مفطراتِ صیام سے بچنا واجب ہو گا البتہ بعد میں وہ اس دن کی قضا بھی کرے گا۔ حضرت حفصہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام لہ ﴿مسند احمدؒ ، سنن ابو داؤدؒ ، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ﴾ "جس نے روزے کی نیت فجر سے پہلے نہیں کی تو اس کا روزہ نہیں ہوا۔" یہ حکم فرض روزے کے بارے میں ہے۔ نفل روزے کی نیت دن میں کرنا بھی جائز ہے۔ بہ شرطے کہ فجر کے بعد مفطراتِ صیام سے بچا رہا ہو۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کے بارے میں حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہی: "أنہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا ذات یوم ضحی فقال: "ہل عندکم شیٔ؟" فقالت: فقال: "انی اذا صائم" (صحیح مسلم) "ایک دن آپ ﷺ چاشت کے وقت گھر تشریف لائے اور پوچھا: "کچھ کھانے کو ہے؟" آپؓ نے فرمایا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تب میں روزے سے ہوں۔

جان بوجھ کر کوئی چیز کھالی جائے تو؟

سوال : اگر کوئی شخص رمضان میں جان بوجھ کر کچھ کھالے، پھر توبہ کرے تو کیا اس کی توبہ قبول ہو گی؟

جواب : ہاں، اس کی توبہ قبول ہو گی جب کہ توبہ کی شرائط پائی جائیں۔ توبہ کی شرائط یہ ہیں: گناہ پر ندامت کا احساس، ترک گناہ، دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عزم اور اگر کسی انسان کا حق واجب ہو تو اس سے معاف کرا لیا جائے یا وہ حق ادا کر دیا جائے۔ ارشادِ باری ہے: (طٰہٰ:۲۸) "اور جو توبہ کر لے اور ایمان اور نیک عمل کرے، پھر سیدھا چلتا رہے، اس کے لیے بہت در گزر کرنے والا ہوں۔

کتاب اور رسالہ: کتاب اور رسالہ بہترین دوست ہیں، ان دونوں کے ساتھ تعلق رکھنے سے انسان کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، پھر اللہ کی توفیق سے یہ معلومات انسانی زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں، انسان کا شعور بیدار ہوتا ہے، اس لیے مطالعہ کرتے رہیے۔

رمضان المبارک کے شروع ہوتے ہی انسانوں میں ذہنی، ایمانی اور اعمالی اعتبار سے بہت سی خوش گوار تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں، نہ صرف یہ، بلکہ ہمارے ارد گرد کے معاشرے میں امن و امان، باہمی ہمدردی اور اخوت و بھائی چارگی کی ایک عجیب فضا قائم ہوتی ہے، چنانچہ اسی مہینے میں عام طور پر اپنے اموال کی زکاۃ نکالنے کا دستور ہے، اگرچہ زکاۃ کی ادائیگی کا براہِ راست رمضان المبارک سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ زکاۃ کے وجوب اور اس کی ادائیگی کا تعلق اس کے متعین نصاب کا مالک بننے سے ہے، لیکن چونکہ رواج ہی یہ بن چکا ہے کہ رمضان المبارک میں اس کی ادائیگی کی جاتی ہے۔

اس لیے اس موقع پر مناسب معلوم ہوا کہ اس ماہ میں جہاں رمضان، روزہ اور ان سے متعلق ہر ہر عبادت پر لکھا جاتا ہے اور خوب لکھا جاتا ہے، وہاں اسی مہینے میں "زکاۃ" پر بھی لکھا جائے؛ تاکہ اس فریضے کے ادا کرنے والے پوری ذمہ داری سے اپنے اس فریضے کو ادا کریں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہنوں میں رہے کہ ہم معاشرے سے اس فضا کو ختم کرنے کی کوشش کریں جو اس وقت عمومی طور پر سارے مسلمانوں میں اپنا زور پکڑ چکی ہے کہ زکاۃ رمضان میں نکالنی ہے، بلکہ ہم یہ ماحول بنائیں اور اسی کے مطابق دوسروں کی ذہن سازی کریں کہ زکاۃ نکالنے والا اپنی زکاۃ کی ادائیگی میں زکاۃ کے واجب ہونے کے وقت کا خیال رکھتے ہوئے اس کے وقت پر زکاۃ نکالے، اور اس کے لیے رمضان کا انتظار نہ کرے؛ چنانچہ ذیل میں "زکاۃ کن اموال پر واجب ہوتی ہے؟" پر تفصیلاً اور کچھ دیگر مسائل پر اجمالاً روشنی ڈالی جائے گی۔

زکاۃ کا معنی و مفہوم

زکاۃ کے لغوی معنی پاکی کے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں "مخصوص مال میں مخصوص افراد کے لیے مال کی ایک متعین مقدار "کو زکاۃ کہتے ہیں۔(الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الزکوٰۃ: ۱/ ۹۹، درالکتب العلمیہ)

زکوٰۃ کو زکوٰۃ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان مال کے ساتھ مشغول ہوتا ہے، تو اس کا دل مال کی طرف مائل ہو جاتا ہے، دل کے اس میلان کی وجہ سے مال کو مال کہا جاتا ہے، اور مال کے ساتھ اس مشغولیت کی وجہ سے انسان کئی روحانی و اخلاقی بیماریوں اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، مثلا: مال کی بے جا محبت، حرص اور بخل وغیرہ۔ ان گناہوں سے حفاظت اور نفس و مال کی پاکی کے لیے زکوٰۃ و صدقات کو مقرر کیا گیا ہے، اس کے علاوہ زکوٰۃ سے مال میں ظاہری یا معنوی بڑھوتری اور برکت بھی ہوتی ہے، اس وجہ سے بھی زکوٰۃ کا نام زکوٰۃ رکھا گیا۔

زکاۃ کی فرضیت

زکاۃ اسلام کا ایک اہم ترین فریضہ ہے، اس کی فرضیت شریعت کے قطعی دلائل سے ثابت ہے، جن کا انکار کرنا کفر ہے، ایسا شخص دائرہ اسلام سے اسی طرح خارج ہو جاتا ہے، جیسے نماز کا انکار کرنے والا شخص اسلام سے نکل جاتا ہے۔ زکاۃ کی فرضیت ہجرتِ مدینہ سے پہلے ہوئی جبکہ دوسری طرف بہت سی آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فرضیت ہجرت کے بعد ہوئی؛ چنانچہ اس بارے میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نفسِ فرضیت تو ہجرت سے پہلے ہوگئی تھی؛ لیکن اس کے تفصیلی احکامات ہجرت کے بعد نازل ہوئے۔

زکاۃ کے فوائد، ثمرات و برکات

زکاۃ اللہ رب العزت کی جانب سے جاری کردہ وجوبی حکم ہے، جس کا پورا کرنا ہر صاحب نصاب مسلم پر ضروری ہے، اس فریضہ کے سرانجام دینے پر انعامات کا ملنا سو

فیصد اللہ تعالیٰ کا فضل ہے؛ کیونکہ اس فریضے کی ادائیگی تو ہم پر لازم تھی، اس کے پورا کرنے پر شاباش ملنا اور پھر اس پر بھی مستزاد، انعام کا ملنا (اور پھر انعام، دنیوی بھی اوراُخروی بھی) تو ایک زائد چیز ہے، دوسرے لفظوں میں سمجھیے کہ مسلمان ہونے کے ناطے اس حکم کا پورا کرنا ہر حال میں لازم تھا، چاہے کوئی حوصلہ افزائی کرے یا نہ کرے، کوئی انعام دے یا نہ دے؛ لیکن اس کے باوجود کوئی اس پر انعام بھی دے تو پھر کیا کہنے! اور انعام بھی ایسے کہ جن کے ہم بہر صورت محتاج ہیں، ہماری دنیوی واُخروی بہت بڑی ضرورت ان انعامات سے وابستہ ہے، ذیل میں چند انعامات کا صرف اشارہ نقل کیا جارہاہے، تفصیلی مباحث، دیئے گئے حوالہ جات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

(۱) زکاۃ کی ادائیگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مال کو بڑھاتے ہیں۔(البقرۃ:۲٦۷، صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، رقم الحدیث:۱۴۱۰)

(۲) زکاۃ کی وجہ سے اجر وثواب سات سو گنا بڑھ جاتا ہے۔(البقرۃ:۱٦۱، تفسیر البیضاوی:البقرۃ:۲٦۱)

(۳)زکاۃ کی وجہ سے ملنے والا اجر کبھی ختم ہونے والا نہیں، ہمیشہ باقی رہے گا۔ (الفاطر:۳۰،۲۹)

(۴) اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسے افراد (زکاۃ ادا کرنے والوں) کا مقدر بن جاتی ہے۔ (الأعراف:۱۵٦)

(۵) کامیاب ہونے والوں کی جو صفات قرآنِ پاک میں گنوائی گئیں ہیں، ان میں ایک صفت زکوۃ کی ادائیگی بھی ہے۔(المؤمنین:۴)

(٦) زکاۃ ادا کرنا ایمان کی دلیل اور علامت ہے۔(سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ)

(۷) قبر میں زکاۃ (اپنے ادا کرنے والے کو) عذاب سے بچاتی ہے۔(المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، رقم الحدیث:۱۲۱۸۸،۷/ ۳۷۴، دار قرطبہ، بیروت)

(۸) ایک حدیث شریف میں جنت کے داخلے کے پانچ اعمال گنوائے گئے ہیں، جن میں سے ایک زکاۃ کی ادائیگی بھی ہے۔(سنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب فی المحافظہ علی وقت الصلوٰت، رقم الحدیث ۴۲۹،۱ /۲۱۴، دار ابن حزم)

(۹) انسان کے مال کی پاکی کا ذریعہ زکاۃ ہے۔(مسند احمد: مسند اَنس بن مالک،)

(۱۰) انسان کے گناہوں کی معافی کا بھی ذریعہ ہے۔(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فرض الزکاہ:۳/۶۳)

(۱۱) زکاۃ سے مال کی حفاظت ہوتی ہے۔(شعب الإیمان للبیهقي، کتاب الزکاۃ، فصل في من اَتاہ اللہ مالا من غیر مسائۃ، رقم الحدیث:۳۵۵۷، ۳/ ۲۸۲،)

(۱۲)زکاۃ سے مال کا شر ختم ہو جاتا ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیهقي، کتاب الزکاۃ، باب الدلیل علی اَن من اَدی فرض اللہ فی الزکاۃ، رقم الحدیث:۷۳۷۹)

اوپر جتنے فضائل ذکر کیے گئے ہیں وہ ہر قسم کی زکاۃ سے متعلق ہیں، چاہے وہ" زکاۃ "سونے چاندی کی ہو، یا تجارتی سامان کی، عشر ہو یا جانوروں کی زکاۃ۔

زکاۃ ادا نہ کرنے کے نقصانات اور وعیدیں

فریضہ زکاۃ کی ادائیگی پر جہاں من جانب اللہ انعامات و فوائد ہیں، وہاں اس فریضہ کی ادائیگی میں غفلت برتنے والے کے لیے قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ میں وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں ، اور دنیا و آخرت میں ایسے شخص کے اوپر آنے والے وبال کا ذکر بکثرت کیا گیا ہے، ذیل میں ان میں سے کچھ ذکر کیے جاتے ہیں

(۱) جو لوگ زکاۃ ادا نہیں کرتے اُن کے مال کو جہنم کی آگ میں گرم کر کے اِس سے اُن کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔(سورۃ توبہ:۳۵،۳۴)

(۲) ایسے شخص کے مال کو طوق بنا کے اُس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔(سورۃ آل عمران:۱۸۰)

(۳) ایسا مال آخرت میں اُس کے کسی کام نہ آسکے گا۔(سورۃ البقرۃ:۲۵۴)

(۴)زکاۃ کا ادا نہ کرنا جہنم والے اعمال کا ذریعہ بنتا ہے۔(سورۃ اللیل:۵ تا۱۱)

(۵)ایسے شخص کا مال قیامت کے دن ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گا، جس کے سر کے بال جھڑ چکے ہوں گے، اور اس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں گے، پھر وہ سانپ اُس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا(اور کاٹے گا) اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا جمع کیا ہوا خزانہ ہوں۔(صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، رقم الحدیث:۱۴۰۳، ۲/ ۱۱۰، دار طوق النجاۃ)

(٦) مرتے وقت ایسا شخص زکاۃ ادا کرنے کی تمنا کرے گا؛ لیکن اس کے لیے سوائے حسرت کے اور کچھ نہ ہو گا۔(سورۃ المنافقون:۱۰، صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح، رقم الحدیث:۱۴۱۹، ۲/ ۱۱۰، دار طوق النجاۃ)

(۷)ایسے شخص کے لیے آگ کی چٹانیں بچھائی جائیں گی، اور اُن سے ایسے شخص کے پہلو، پیشانی اور سینہ کو داغا جائے گا۔(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ)

(۸) ایسے افراد کو جہنم میں ضریع، زقوم، گرم پتھر، اور کانٹے دار و بدبو دار درخت کھانے پڑیں گے۔(دلائل النبوۃ للبیهقي، باب الإسراء، رقم الحدیث:٦۷۹)

(۹) ایسے افراد سے قیامت کے دن حساب کتاب لینے میں بہت زیادہ سختی کی جائے گی۔(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فرض الزکاۃ:۳/ ٦۲)

(۱۰) جب لوگ زکاۃ روک لیتے ہیں تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ ان سے بارشیں روک لیتے ہیں۔(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث:۲۵۷۷)

(۱۱) جب کوئی قوم زکاۃ روک لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو قحط سالی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔(المعجم الأوسط للطبراني، تحت من اسمہ عبدان، رقم الحدیث:۴۵۷۷)

زکاۃ ادا کرنے سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"کہ میں تین چیزوں پر قسم کھاتا ہوں اور تمہیں ایک اہم بات بتاتا ہوں، تم اسے یاد رکھنا۔ارشاد فرمایا: کہ کسی بندے کا

مال زکاۃ (وصدقہ) سے کم نہیں ہوتا، جس بندے پر بھی ظلم کیا جاتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے، تو اللہ تعالی اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں۔ اور جو بندہ بھی سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالی اس پر فقر اور تنگ دستی کا دروازہ کھول دیتے ہیں"، یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کا کوئی جملہ ارشاد فرمایا۔ اور میں (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں ایک اور خاص بات بتاتا ہوں، سو تم اسے یاد رکھنا، ارشاد فرمایا: "دنیا تو چار قسم کے افراد کے لیے ہے

ایک اس بندے کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور دین کا علم، دونوں نعمتیں عطا فرمائیں، تو وہ اس معاملہ میں اپنے رب سے ڈرتا ہے (اس طرح کہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہیں کرتا اور علمِ دین سے فائدہ اٹھاتا ہے) اور اس علمِ دین اور مال کی روشنی میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس (مال) میں اللہ تعالیٰ کے حق کو پہچانتا ہے۔ (مثلاً: مال کو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کرتا ہے، اور دینی علم سے دوسروں کو تبلیغ، تدریس اور افتاء وغیرہ کے ذریعے سے فائدہ پہنچاتا ہے) تو یہ شخص درجات کے اعتبار سے چاروں سے افضل ہے۔

دوسرے اس بندے کے لیے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کی نعمت تو عطا فرمائی لیکن مال عطا نہیں فرمایا، لیکن وہ نیت کا سچا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی کی طرح عمل کرتا (جو کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھ کر عمل کرتا ہے) تو یہ شخص اپنی نیت کے مطابق صلہ پاتا ہے اور اس شخص کا اور اس سے پہلے شخص کا ثواب برابر ہے۔

تیسرے اس بندے کے لیے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت عطا فرمائی، لیکن علم کی نعمت عطا نہیں فرمائی، تو وہ علم کے بغیر اپنے مال کو خرچ کرنے میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا، اور نہ ہی اس مال سے صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس مال میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھتا ہے، تو درجات میں یہ سب سے بدتر بندہ ہے۔

چوتھے اس بندے کے لیے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ تو مال کی نعمت عطا فرمائی اور نہ علم کی، تو وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی اس مال کے سلسلے میں فلاں بندے کی طرح عمل کرتا (جو اپنے مال کے خرچ کرنے میں اللہ سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی مال میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھتا ہے) سو یہ بندہ اپنی نیت کے مطابق صلہ پاتا ہے؛ پس اس کا گناہ اور وبال اس پہلے شخص کے گناہ اور وبال کے مطابق ہی ہوتا ہے"۔(ترمذی شریف کتاب الزہد رقم الحدیث:۲۳۲۵، ۴/ ۵۶۲)

زکاۃ کن افراد پر اور کن افراد کے لیے ہے؟

دنیا میں بسنے والے افراد کا جائزہ لیا جائے تو ان تمام افراد کو تین طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

(۱) مال دار افراد، جن پر مخصوص شرائط کے بعد زکاۃ فرض ہوتی ہے۔

(۲) دوسرے غریب افراد، جن پر زکاۃ فرض نہیں ہوتی اور ان کے لیے زکاۃ لینا جائز ہے۔

(۳) تیسرے وہ متوسط درجے کے افراد، جن پر زکاۃ تو فرض نہیں ہوتی؛ لیکن ان کے لیے زکاۃ لینا بھی جائز نہیں۔

اب ان تینوں قسم کے افراد کو پہچاننے کے لیے کیا معیار اور کسوٹی ہے کہ اس کے مطابق ہر طبقے والا اپنی حالت اور کیفیت کو پہچان کر اس کے مطابق اپنے اوپر عائد احکاماتِ الٰہیہ کو پہچان کر پورا کرسکے، اس کے لیے دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے: ایک تو وہ کون سی اشیاء یا اموال ہیں جن کے ہوتے ہوئے زکاۃ فرض ہوتی ہے؟ اور دوسرا وہ اشیاء یا اموال کتنی مقدار میں ہوں کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی شخص زکاۃ دینے والا یا زکاۃ لینے والا ٹھہرتا ہے؟ ان میں سے پہلی چیز کو "اموالِ زکاۃ" اور دوسری چیز کو "نصابِ زکاۃ" سے پہچانا جاتا ہے۔ ذیل میں اموالِ زکاۃ اور نصابِ زکاۃ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اموالِ زکاۃ

اموالِ زکاۃ سے مراد وہ اشیاء یا اموال ہیں، جن کا (مخصوص مقدار میں) مالک ہونے پر (جس کو نصاب سے پہچانا جاتا ہے اور اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) زکاۃ فرض ہوتی ہے۔ وہ کل چار قسم (کی اشیاء یا اموال) ہیں:

(۱) سونا، عام ہے کہ وہ زیور کی شکل میں ہو، اینٹ ہو یا کسی برتن وغیرہ کی شکل میں ہو، چاہے استعمال میں ہو یا نہ ہو، خالص ہو یا اس میں کوئی کھوٹ یا ملاوٹ وغیرہ ہو، بہر صورت یہ (سونا) مالِ زکاۃ ہے۔

(۲) چاندی، عام ہے کہ وہ زیور کی شکل میں ہو، اینٹ ہو یا کسی برتن وغیرہ کی شکل میں ہو، چاہے استعمال میں ہو یا نہ ہو، خالص ہو یا اس میں کوئی کھوٹ یا ملاوٹ وغیرہ ہو، بہر صورت یہ (چاندی) مالِ زکاۃ ہے۔

(۳) نقدی، اپنے ملک کی ہو یا کسی اور ملک کی، اپنے پاس ہو یا بینک میں، چیک ہو یا ڈرافٹ، نوٹ ہو یا سکّے، کسی کو قرض دی ہوئی ہو (بشرطیکہ ملنے کی امید ہو) یا اس کی سرمایہ کاری کر رکھی ہو، ان تمام صورتوں میں یہ (نقدی) مالِ زکاۃ ہے۔

(۴) مالِ تجارت، یعنی تاجر کی دکان کا ہر وہ سامان جو بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ہو اور تاحال اس کے بیچنے کی نیت باقی ہو، تو یہ (مالِ تجارت) مالِ زکاۃ ہے۔ (اور اگر مذکورہ مال (مالِ تجارت) کو گھر کے استعمال کے لیے رکھ لیا، یا اس کے بارے میں بیٹے یا دوست وغیرہ کو ہدیہ میں دینا طے کر لیا، یا پھر ویسے ہی اس مال کے بارے میں بیچنے کی نیت نہ رہی تو یہ مال، مالِ زکاۃ نہ رہا)۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، أموال الزکاۃ: ۲/ ۱۰۰،)

یہ کل چار قسم کے اموال ہیں جن پر (مخصوص مقدار تک پہنچنے پر) زکاۃ فرض ہوتی ہے، البتہ اگر کوئی مقروض ہو تو قرضوں کی ادائیگی کے بعد بچنے والے اموال کی زکاۃ دی جائے گی۔

نصاب زکاۃ

سطورِ بالا میں معاشرے کے تین طبقات کو بیان کیا گیا تھا، جن کی تمیز "نصاب" کے مالک ہونے پر موقوف ہے، اس تمیز کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ نصاب دو قسم کا ہوتا ہے، ایک نصاب کا تعلق "زکاۃ دینے والے" سے ہے اور دوسرے نصاب کا تعلق "زکاۃ لینے والے" سے ہے، دونوں قسم کے نصابوں میں کچھ فرق ہے، جو ذیل میں لکھا جارہا ہے:

پہلی قسم کا نصاب (زکاۃ دینے والے کے لیے)

اللہ رب العزت نے اپنے غریب بندوں کے لیے امراء پر ان کے اموال کی ایک مخصوص مقدار پر زکاۃ فرض کی ہے، جس کو نصاب کہا جاتا ہے، اگر کوئی شخص اس نصاب کا مالک ہو تو اس پر زکاۃ فرض ہے اور اگر کسی کے پاس اس نصاب سے کم ہو تو اس شخص پر زکاۃ فرض نہیں ہے۔

(۱) اگر کسی کے پاس صرف "سونا" ہو اور کوئی مال (مثلاً: چاندی، نقدی یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب تک سونا ساڑھے سات تولے (۸۷ء۴۷۹ گرام) نہ ہو جائے اس وقت تک زکاۃ فرض نہیں ہوتی، اور اگر سونا اس مذکورہ وزن تک پہنچ جائے تو زکاۃ فرض ہو جاتی ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، صفۃ الزکاۃ: ۲/۱۰۵، دار إحیاء التراث العربي)

(۲) اگر کسی کے پاس صرف "چاندی" ہو اور کوئی مال (سونا، نقدی یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب تک چاندی ساڑھے باون تولے (۶۱۲ء۳۵ گرام) نہ ہو جائے اس وقت تک زکاۃ فرض نہیں ہوتی، اور اگر چاندی اس مذکورہ وزن تک پہنچ جائے تو زکاۃ فرض ہو جاتی ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، أموال الزکاۃ: ۲/۱۰۰،)

(۳) اگر کسی کے پاس صرف "نقدی" ہو اور کوئی مال (مثلاً: سونا، چاندی، یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب تک نقدی اتنی نہ ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے

(۶۱۲ء۳۵ گرام) چاندی خریدی جاسکے ، اس وقت تک زکاۃ فرض نہیں ہوتی اور اگر نقدی اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (۶۱۲ء۳۵ گرام)چاندی خریدی جا سکے توزکاۃ فرض ہو جاتی ہے۔(بدائع الصنائع،کتاب الزکاۃ، أموال الزکاۃ: ۲/ ۱۰۳،)

(۴) اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی ہو (چاہے جتنی بھی ہو) یا سونا اور نقدی ہو یا سونا اور مالِ تجارت ہو یا چاندی اور نقدی ہو یا چاندی اور مالِ تجارت ہو یا(تینوں مال)سونا، چاندی اور نقدی ہو یا سونا، چاندی اور مالِ تجارت ہو یا(چاروں مال)سونا، چاندی، نقدی اور مالِ تجارت ہو تو ان تمام صورتوں میں ان اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر ان کی قیمت ساڑھے باون تولے (۶۱۲ء۳۵ گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے توزکاۃ واجب ہو گی ورنہ نہیں۔(بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، صفۃ الزکاۃ: ۲/ ۱۰۶،۱۰۵،)

دوسری قسم کا نصاب (زکاۃ لینے والے کے لیے)

اس نصاب میں مذکورہ نصاب (یعنی پہلی قسم کے نصاب کی تمام صورتوں) کے ساتھ ضرورت سے زائد سامان کو بھی شامل کیا جائے گا، اور یہاں بھی وہ تمام صورتیں بنیں گی جو پہلی قسم کے نصاب میں بنتی تھیں، مثلاً:

(۱) اگر کسی کے پاس صرف "سونا" اور "ضرورت سے زائد سامان "ہو تو ان دونوں قسم کے اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر ان کی قیمت اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (۶۱۲ء۳۵ گرام) چاندی خریدی جا سکے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکاۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے۔

(۲) اگر کسی کے پاس صرف "چاندی" اور "ضرورت سے زائد سامان"ہو اور کوئی مال (سونا، نقدی یا مال تجارت) نہ ہو تو ان دونوں قسم کے اموال کی قیمت لگائی جائے گی اگر ان کی قیمت اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (۶۱۲ء۳۵ گرام) چاندی خریدی جا سکے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکاۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے۔

(۳)اگر کسی کے پاس صرف ”نقدی“ اور ”ضرورت سے زائد سامان“ ہو اور کوئی مال (مثلاً: سونا، چاندی، یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب ان کی قیمت اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (۶۱۲ء۳۵ گرام) چاندی خریدی جاسکے، تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکاۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے۔ اور اگر ان دونوں کی قیمت اتنی نہ ہو کہ اس سے ساڑھے باون تولے (۶۱۲ء۳۵ گرام) چاندی خریدی جاسکے تو ایسے شخص کا زکاۃ لینا جائز ہے۔

(۴) اگر کسی کے پاس سونا، چاندی اور ”ضرورت سے زائد سامان“ ہو (چاہے جتنا بھی ہو)۔

(۵) اگر کسی کے پاس سونا، نقدی اور ”ضرورت سے زائد سامان“ ہو۔

(۶) اگر کسی کے پاس سونا، مالِ تجارت اور ”ضرورت سے زائد سامان“ ہو۔

(۷) اگر کسی کے پاس چاندی، نقدی اور ”ضرورت سے زائد سامان“ ہو۔

(۸) اگر کسی کے پاس چاندی، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان ہو۔

(۹) اگر کسی کے پاس (چاروں مال) سونا، چاندی، نقدی اور ”ضرورت سے زائد سامان“ ہو۔

(۱۰) اگر کسی کے پاس سونا، چاندی، مالِ تجارت ہو اور ”ضرورت سے زائد سامان“ ہو۔

(۱۱) اگر کسی کے پاس (پانچوں مال) سونا، چاندی، نقدی ، مالِ تجارت اور ”ضرورت سے زائد سامان“ ہو تو ان تمام صورتوں میں ان تمام اموال کی قیمت لگائی جائے گی ، اگر انکی قیمت ساڑھے باون تولے (۶۱۲ء۳۵ گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کا زکاۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے۔ اور اگر مذکورہ صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں صاحب نصاب نہیں کہلاتا، یعنی اس شخص کا زکاۃ اور ہر قسم کے صدقاتِ واجبہ لینا جائز ہو گا۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، مصارف الزکاۃ: ۲/۱۵۸،)

ضرورت سے زائد سامان

وہ تمام چیزیں جو گھروں میں رکھی رہتی ہیں، جن کی سالہا سال ضرورت نہیں پڑتی، کبھی کبھار ہی استعمال میں آتی ہیں، مثلاً: بڑی بڑی دیگیں، بڑی بڑی دریاں، شامیانے یا برتن وغیرہ۔(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الأول فی تفسیر الزکاۃ:۱/۱۷۴،)

الف: وی سی آر۔ڈش، ناجائز مضامین کی آڈیو ویڈیو کیسٹیں جیسی چیزیں ضروریات میں داخل نہیں؛ بلکہ لغویات ہیں۔مذکورہ قسم کا سامان ضرورت سے زائد کہلاتا ہے، اس لیے ان سب کی قیمت حساب میں لگائی جائے گی۔

ب: رہائشی مکان ، پہننے،اوڑھنے کے کپڑے، ضرورت کی سواری اور گھریلو ضرورت کا سامان جو عام طور پر استعمال میں رہتا ہے، یہ سب ضرورت کے سامان میں داخل ہیں، اس کی وجہ سے انسان شرعاً مال دار نہیں ہوتا، یعنی ان کی قیمت نصاب میں شامل نہیں کی جاتی۔(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الأول)

ج: صنعتی آلات، مشینیں اور دوسرے وسائل رزق (جن سے انسان اپنی روزی کماتا ہے) بھی ضرورت میں داخل ہیں ان کی قیمت بھی نصاب میں شامل نہیں کی جاتی، مثلاً: درزی کی سلائی مشین، لوہار اور کاشت کار وغیرہ کے اوزار، سبزی یا پھل بیچنے والے کی ریڑھی یا سائیکل وغیرہ۔(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الأول)

د: اگر کسی کے پاس ضرورت پوری کرنے کا سامان ہے؛ لیکن اس نے کچھ سامان اپنی ضرورت سے زائد بھی اپنے پاس رکھا ہوا ہے، مثلاً: کسی کی ضرورت ایک گاڑی سے پوری ہو جاتی ہے لیکن اس کے پاس دو گاڑیاں ہیں، تو اس زائد گاڑی کی قیمت کو نصاب میں داخل کیا جائے گا۔(بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، مصارف الزکاۃ:۲/۱۵۸،)

زکاۃ واجب ہونے کے لیے تاریخ

زندگی میں سب سے پہلی بار جب کسی کی ملکیت میں پہلی قسم کے نصاب کے مطابق مال آجائے، تو وہ دیکھے کہ اس دن قمری سال (چاند) کی کون سی تاریخ ہے؟ اس

تاریخ کو نوٹ کر لے، یہ تاریخ اس شخص کے لیے زکاۃ کے حساب کی تاریخ کے طور پر متعین ہو گئی ہے۔واضح رہے کہ زکاۃ کے وجوب اور ادائیگی کے لیے قمری سال ہونا ضروری ہے، اگر کسی کو قمری تاریخ یاد نہ ہو تو خوب غور و فکر کر کے کوئی قمری تاریخ متعین کر لینا چاہیے، آئندہ اسی کے مطابق حساب کیا جائے گا۔

زکاۃ کا حساب کرنے کا طریقہ

جس چاند کی تاریخ کو کسی کے پاس بہ قدر نصاب مال آیا، اس سے اگلے سال ٹھیک اسی تاریخ میں اپنے مال کا حساب کیا جائے اگر بہ قدر (پہلی قسم کے) نصاب کے مال ہے تو اس کل مال کا اڑھائی فیصد (۲۫۵٪) زکاۃ دینا ہو گی۔(العالمگیریہ، کتاب الزکاۃ:۱/۱۷۵،)

سامان کی قیمت لگانے کا طریقہ

"پہلی قسم کا نصاب" اور "دوسری قسم کا نصاب" پہچاننے کے طریقے میں جو یہ ذکر کیا گیا کہ "دوسری قسم کے نصاب میں ضرورت سے زائد سامان کی قیمت لگائی جائے" تو اس قیمت سے مراد اس سامان کی قیمت فروخت ہے نہ کہ قیمتِ خرید۔یعنی حساب کرنے کی تاریخ میں اس سامان کی قیمت لگوائی جائے جو عام بازار میں اس کی قیمت کے برابر ہو اور عموماً اس قیمت پر وہ بک بھی جاتی ہو، اس کو نصاب میں شمار کیا جائے گا۔اسی طرح سونا، چاندی کی بھی قیمت فروخت کا اعتبار ہو گا۔مثلاً: کراچی میں کسی شخص نے یہ چیز دس ہزار میں خریدی، پھر فروخت کرنے کے وقت اس کی قیمت پندرہ ہزار یا کم ہو کے سات ہزار ہو گئی تو فروخت والی قیمت کو زکاۃ کے لیے شمار کیا جائے گا۔(رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم:۲/۲۸۶،)

مال پر سال گذرنے کا مطلب

جس تاریخ میں زکاۃ واجب ہوئی تھی، اس کے ایک سال بعد زکاۃ دی جائے گی، اس ایک سال کے گذرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پہلی تاریخ اور ایک سال کے بعد

والی تاریخ میں مال نصاب کے بہ قدر اس شخص کی ملکیت میں رہے، ان دونوں تاریخوں کے درمیان میں مال میں جتنی بھی کمی بیشی ہوتی رہے، اس سے کچھ اثر نہیں پڑتا، بس شرط یہ ہے کہ مال نصاب سے کم نہ ہو گیا ہو، یعنی مال کے ہر ہر جز پر سال کا گذرنا شرط نہیں ہے؛ بلکہ واجب ہونے کے بعد اگلے سال اسی تاریخ تک نصاب کا باقی رہنا ضروری ہے، اگر نصاب باقی ہوا تو ادائیگی لازم ہو گی ورنہ نہیں۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، اموال الزکاۃ: ۲/۹۶، دار إحیاء التراث العربي)

مالِ تجارت کی زکاۃ کے احکام

تاجر کی دکان کا ہر وہ سامان جو بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ہو اور تا حال اس کے بیچنے کی نیت باقی ہو، تو یہ (مالِ تجارت) مالِ زکاۃ ہے۔ (اور اگر مذکورہ مال (مالِ تجارت) کو گھر کے استعمال کے لیے رکھ لیا، یا اس کے بارے میں کسی کو ہدیہ میں دینا طے کر لیا، یا پھر ویسے ہی اس مال کے بارے میں بیچنے کی نیت نہ رہی تو یہ مال، مالِ زکاۃ نہ رہا)۔

بعض افراد اس غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ تجارت کا مال صرف وہ ہے جس کی انسان با قاعدہ تجارت کرتا ہو، اور نفع کمانے کی نیت سے خرید و فروخت کرتا ہو؛ حالانکہ شرعاً کسی چیز کے مالِ تجارت بننے کے لیے اس میں مذکورہ قید ضروری نہیں؛ بلکہ جو چیز بھی انسان فروخت کرنے کی نیت سے خریدے وہ تجارت کے مال میں شمار ہوتی ہے، البتہ خریدتے وقت فروخت کرنے کی نیت نہ ہو تو بعد میں فروخت کر لینے کی نیت سے وہ چیز مالِ تجارت نہیں بنے گی۔

دوسری طرف وہ چیز جسے تجارت کی نیت سے خریدا تھا اگر بعد میں تجارت کی نیت بدل لی تو وہ چیز مالِ تجارت سے نکل جائے گی۔ سونا، چاندی اور نقد رقم اس تعریف سے خارج ہے، یعنی ان کے لیے کسی خاص نیت وغیرہ کی ضرورت نہیں، یہ ہر حال میں مالِ زکاۃ ہیں۔ (ردالمحتار، کتاب الزکاۃ ۲/۲۶۷،)

مخیر حضرات توجہ فرمائیں

ادارہ آب حیات ٹرسٹ حکومت پاکستان کا باقاعدہ رجسٹرڈ ادارہ ہے، جو گزشتہ دو دہائیوں سے رفاہی اور فلاحی خدمات انجام دے رہا ہے، ادارہ آب حیات ٹرسٹ پسماندہ اور غریب علاقوں میں اپنی خدمات جاری رکھے ہوئے ہے، ادارہ آب حیات ٹرسٹ ہر ماہ ماہ نامہ آب حیات، ماہ نامہ تحفہ خواتین، ماہ نامہ شاندار اور ماہ نامہ صدائے جمعیت کے علاوہ دینی کتابیں شائع کرتا اور غریب علاقوں میں فری تقسیم کرتا ہے۔

مہنگائی کے اس دور میں ایسی خدمات انجام دینا یہ خاص اللہ کی توفیق سے ہی ممکن ہوتا ہے، اس وقت ادارہ سخت مالی حالات کا شکار ہے، اس لیے مخیر حضرات اپنی دینی اور اسلامی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے ادارہ کے ساتھ کھل کر تعاون فرمائیں۔

سب سے پہلے آپ ادارہ آب حیات ٹرسٹ کے باضابطہ ممبر بنیں، فارم رکنیت پر فرمائیں، اپنے دوست احباب کو بھی ادارہ کا باقاعدہ رکن بنائیں، اپنی ہمت اور بساط کے مطابق ادارہ کی کتابیں، رسالے ادارہ سے حاصل کرکے اپنے دوست احباب تک پہنچائیں، صاحب ثروت لوگوں کو ادارہ کے منشور اور دستور سے آگاہ فرمائیں۔ تعاون کے لیے اکاؤنٹ

Aab e Hayat

Accout no 10009037460011

Allied bank wahdat road branch Lahore

Jazz account/03009458876